علامہ ظہیر احسن نیمویؒ اور آثار السنن (۱)

مولوی شایان احمد صدیقی
متخصص فی علوم الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی

برصغیر پاک و ہند کے مطلع پر جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس کی روشنی نے یہاں کے افراد کی علمی وعملی صلاحیت کو جلا بخشی، جس کی بدولت اقوام برصغیر نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ وہ علمائے دہر کی اولین صفوں میں شامل ہو گئے۔ یہاں کی مٹی سے ان نفوس قدسیہ نے جنم لیا جو دنیائے علم وادب کے لیے باعث صد افتخار ہیں۔ شیخ علی متقیؒ (۹۷۵ھ) صاحب ''کنز العمال''، علامہ طاہر پٹنیؒ (۹۸۶ھ) صاحب ''مجمع بحار الانوار'' اور خانوادۂ ولی اللہؒ سے لے کر کاروان علمائے دیوبند تک اس کا شاہد عدل ہیں۔ تیرھویں صدی ہجری میں اس عظیم قافلے کے ایک فرد علامہ ظہیر احسن نیمویؒ نے اس دنیائے رنگ وبو میں آنکھ کھولی اور اپنی تصانیف سے ایک عالم کو سیراب کیا۔ آپ کی تصنیف ''آثار السنن'' کو شہرت دوام حاصل ہے۔ ذیل میں علامہ نیمویؒ کے حالات کا ذکر اور ان کی کتاب کا مفصل تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت: علامہ نیمویؒ ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء کو اپنی خالہ کے گھر موضع صالح پور میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب: آپ کا نام محمد ظہیر احسن، کنیت ابو الخیر اور دنیائے شعر وادب میں آپ کا تخلص ''شوق'' ہے، جب کہ مادۂ تاریخ ولادت سے تاریخی نام ''ظہیر الاسلام'' بعدد ۱۲۷۸ھ ہے۔ موضع نیمی (۱) ضلع پٹنہ آپ کا وطن مالوف ہے۔ اور اسی نسبت سے نیموی مشہور ہیں۔ انتالیس (۳۹) واسطوں سے آپ کا نسب سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔ علامہ نیمویؒ اپنے نام، کنیت اور تخلص کو منظوم بیان کرتے ہوئے ایک رباعی میں فرماتے ہیں ؎

شوق است تخلصم ظہیر احسن نام　　　　در قریہ دلنواز نیمی از مقام
شد از پے کنیتم ابو الخیر الہام　　　　تاریخ تولدم ظہیر الاسلام

آپ کے والد شیخ سبحان علی صدیقی موضع نیمی کے معزز اور صاحب علم آدمی تھے۔ آپ کے والد ماجد نے دو نکاح کئے تھے اور علامہ نیمویؒ دوسری بیوی کے بطن سے تھے۔

تعلیم وتربیت: علامہ نیمویؒ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو مکتب میں تعلیم کے لیے بٹھادیئے گئے جہاں آپ نے شیخ عبدالوہاب المعروف شاہ دیدار علی (متوفی ۱۲۹۲ھ) سے فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عربی کی تعلیم اپنے والد شیخ سبحان علی صدیقی (۱۲۹۶ھ) اور دیگر اساتذہ فن سے حاصل کی۔

علامہ نیمویؒ کی فطرت میں باری تعالی نے بچپن ہی سے ذہانت وفطانت ودیعت رکھی تھی۔ اس لئے اساتذہ کے محبوب رہے۔ آپ کے والد چونکہ علم دوست آدمی تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ان کا یہ ہونہار سپوت اچھی استعداد کا عالم بنے اس لیے ایک مرتبہ مدرسہ میں تاخیر ہوجانے کی وجہ سے والد صاحب نے تنبیہ فرمائی۔ اس تادیبی کارروائی کو اللہ جل شانہ نے بارآور کر دکھایا اور علامہ نیموی کی صورت میں ایک عظیم محدث جلوہ نما ہوا۔

فارسی کی تعلیم کے دوران ''گلستان سعدی'' کی شاعری اور ادبیت نے آپ کے ذوق کو جلا بخشی اور آپ کم عمری میں ہی دنیائے شعر وسخن کے شناور ہو گئے تھے اور شعر کہنے لگے تھے۔ علامہ کے اس ذوق شعری کا حال جب والد صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے خفگی کا اظہار کیا مگر چونکہ یہ ذوق فطری وطبعی تھا اس لئے بڑھتا ہی گیا۔

''مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی''

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ عظیم آباد (پٹنہ) گئے اور وہاں عربی کے مشہور عالم مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی (۱۳۰۴ھ) کی خدمت میں رہ کر عربی زبان وادب کی تکمیل کی۔

۱۲۹۶ھ میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور گئے اور مفتی محمد فرنگی محلی کے پاس ٹھہرے، پھر آپ میر نور علی استانوی کے گھر میں قیام پذیر ہوئے اور اسی مدرسہ میں رہ کر مفتی محمد، شیخ عبداللہ اور دیگر مشاہیر فن سے کسب فیض کیا۔ علامہ نیمویؒ غازی پور میں تقریباً چار برس قیام پذیر رہے اور اس دوران کتب متوسطہ متداولہ کی تکمیل کی۔

اس وقت شمال مشرقی ہندوستان میں علمائے فرنگی محل کے فضل اور تفقہ کا آفتاب اپنی آب وتاب کے ساتھ جلوہ نما تھا اور دور دور تک ان کے فضل وکمال کا شہرہ تھا۔ اطراف عالم سے طالبان علوم نبوت اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے وہاں کا رخ کرتے تھے۔ فرنگی محل کے مسند درس پر علامہ عصر، فقیہ الدہر علامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) متمکن تھے۔ اس لئے آپ نے لکھنؤ جا کر ان سے کسب فیض کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی کئی کتابیں پڑھیں۔ ان کی صحبت میں رہ کر علامہ نیمویؒ نے علم حدیث میں خاص ملکہ پیدا کیا جس کا ظہور بعد میں ''آثار السنن'' کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔

اس دوران آپ کی بلند ہمت طبیعت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان علوم کے ساتھ ساتھ آپ فن طب کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور حکیم باقر حسین سے فن طب میں اکتساب فیض کیا اور اس میں مہارت تامہ پیدا کی۔

لکھنؤ میں آپ کے قیام کا زمانہ پانچ برس کا ہے۔ اس دوران آپ نے علوم تفسیر، حدیث، اصول، فقہ

اورطب کی منتہی کتابیں پڑھیں اوررسمی تعلیم سے فراغت حاصل کی اوروطن واپس ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے آستانہ پر: علامہ نیمویؒ اپنے تمام ترعلمی، ادبی اورسفری مشاغل کے باوجودکبھی یادخدا سے غافل نہ رہے۔ ہردم ذکرالٰہی میں لگے رہتے۔ایک مرتبہ کسی شیخ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا داعیہ قلب میں پیدا ہوا تو حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (۱۳۱۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے ساتھ ساتھ تمام کتب حدیث کی سند عموماً اور مسلسلات کی سند خصوصاً ان سے حاصل کی۔ چنانچہ موصوف کا بیان ہے:

"لما حضرت عنده بعدما فرغ عن تحصيل الكتب الدرسيه من المعقولات والمنقولات، حدثني بحديث الرحمة المسلسل الاولية وهو اول حديث سمعته منه.... ثم قراءت عليه عدة احاديث من الجامع الصحيح للامام البخاري رحمه الله عليه البارى، ثم اجازني بجميع مرويات من الاحاديث وبعض من الاوارد التي هي لخير الدارين"(۲)

"جب میں علوم متداولہ کی فراغت کے بعدان کے پاس پہنچا تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے حدیث رحمت سنائی، اس کے بعد میں نے آپ سے بخاری شریف کی چند احادیث پڑھیں، تو آپ نے مجھے تمام مروی احادیث اوربعض ان اورادووظائف کی بھی اجازت دی جودونوں جہاں کی فلاح کے لیے ہیں"۔

شیخ عبدالحق مہاجرمکیؒ سے روایت حدیث کی اجازت: حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے علاوہ علامہ نیمویؒ کوشیخ عبدالحق مہاجرمکیؒ سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔شیخ عبدالحق نے علامہ کو یہ اجازت ایک خط کے جواب میں دی تھی۔شیخ نے لکھا:

"قد اجزت الهمام المذكور بجميع ما يجوز لي روايته من كتب الحديث ومن كتب التفسير وبجميع الاوراد والاذكار ،وغيرها اجازة عامة تامة"(۳).

"میں اس عالی ہمت شخص کوتمام کتب حدیث وتفسیر اوران تمام اوراد واذکار کی روایت کی اجازت دیتا ہوں جن کی مجھے اجازت حاصل ہے"۔

اساتذہ فن: آپ نے علوم عربیہ اورتفسیر وحدیث شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادیؒ، مولانا محمد عبدالاحد شمشاد لکھنویؒ، مولانا محمد عبدالحی محدث لکھنویؒ، مولانا محمد عبداللہ غازی پوریؒ سے حاصل کیے۔علم طب حکیم باقرحسین لکھنوی سے حاصل کیا۔علم سلوک وطریقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے حاصل کیے۔اورعلم عروض

ونظم امیر اللہ تسلیم لکھنویؒ سے حاصل کیا۔

علامہ نیمویؒ کے اساتذہ میں مولانا عبداللہ غازی پوری غیر مقلد تھے اور علم طب کے استاد حکیم باقر حسین لکھنوی شیعہ تھے۔

علامہ نیمویؒ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم وفنون کی اجازت حضرت شاہ محمد عبدالحق مہاجر مکیؒ اور شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے حاصل ہے۔

ذوق شعر وادب: اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی علامہ نیمویؒ کو شعر وادب کا پاکیزہ ذوق عطاء فرمایا تھا۔اس ذوق کو شیخ سعدیؒ کی ''گلستان'' نے جلابخشی اور آپ نے ابتدائی کتب کی تعلیم کے دوران ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔آپ کے والد محترم نے ابتدائی تعلیم کے زمانے میں آپ کو اساتذہ فن کے بہت سے اشعار یاد کروادیئے تھے۔علامہ نیمویؒ اور ان کے ہم عصر آپس میں بیت بازی کا مقابلہ کرتے اور علامہ اس مجلس میں ہمیشہ اپنے ہم عصروں پر سبقت لے جاتے۔علامہ نیمویؒ جب کبھی ایسی مجالس میں شعر کا کوئی ایک مصرعہ بھول جاتے تو فوراً ہی اس کے وزن پر دوسرا مصرعہ اپنی طرف سے کہہ دیا کرتے اور کسی کو اس کا شائبہ بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ شیخ کی اپنی اختراع ہے۔

علامہ نیمویؒ کے تخلص اختیار کرنے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ استاد میر ذاکر حسین غازی پوری نے شعراء کو اس بحر میں شعر کہنے کی دعوت دی:

''جامۂ ہستی میرے تن پر بہت بوسیدہ ہے''

علامہ نیمویؒ کے ایک بے تکلف دوست اور ہم سبق سید محمد شفیع جو ''موج'' تخلص کرتے تھے، انہوں نے اس بحر میں شعر کہا اور اپنے دوست علامہ نیموی سے اصرار کیا کہ وہ بھی اس بحر میں اشعار کہیں۔علامہ نیمویؒ کے فطری ذوق نے موج مارا اور آپ نے اس بحر میں ایک طویل نظم کہی اور اپنا تخلص ''شوق'' اختیار کیا۔یہ آپ کی پہلی باقاعدہ نظم تھی جو آپ نے غازی پور میں کہی:

کارگر کیا مرہم کافور ہوا اے چارہ گر — زخم دل شوق محبت سے نمک پاریدہ ہے
کر دیا آتش فرقت نے کس کس کو کباب — چشم ہے گریاں تو بریاں یہ دل آزردہ ہے
مثل سنبل ایک الجھن میں پڑا رہتا ہوں میں — جب سے میرا دل اسیر کاکل ژولیدہ ہے
موسم گل ہے اکڑتے ہیں جوانان چمن — آہ محبوس قفس ایک بلبل شوریدہ ہے
کر تجسس گوہر مقصود مل جائیں گے شوق — دل کے ویرانے میں گنج معرفت پوشیدہ ہے

اس کے بعد علامہ نیمویؒ اپنے اسی بے تکلف دوست کے ہمراہ استاد محمد شمشاد لکھنوی کی خدمت میں گئے اور ان سے استفادہ کیا اور اپنی مذکورہ نظم ان کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کی۔ استاد لکھنوی اس نو آموز بچے کی کاوش سے بہت خوش ہوئے اور خوب داد تحسین دی اور ضروری اصلاحات کیں۔ اس ملاقات سے آپ کی ہمت بندھی اور شوق میں اضافہ ہوا۔ اس کے بعد آپ مسلسل استاد لکھنوی سے اصلاح لیتے رہے۔

انہی دنوں میں علامہ نیمویؒ نے کہنہ مشق استاد تسلیم لکھنوی کی مثنوی ''شام غریباں'' کا مطالعہ کیا اور ان کی شاعری سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد ان کی کلیات حاصل کی اور اس کا مطالعہ کیا تو گویا آپ استاد تسلیم لکھنوی کے اسلوب کے عاشق زار ہو گئے۔ علامہ نیموی نے اپنے اشعار استاد لکھنوی کی خدمت میں ارسال کیے اور ان سے بھی اصلاح لی۔ علامہ نیمویؒ نے دوران تعلیم اور بعد فراغت ہمیشہ کتب بلاغت، نقد، فارسی اور اردو اشعار کو اپنے مطالعہ میں رکھا یہاں تک کہ آپ نے اس فن میں مہارت پیدا کر لی۔

علامہ نیمویؒ فارسی اردو کے اچھے شاعر تھے۔ شعری محاسن کے ساتھ آپ ایک مشہور نقاد اور ایک ماہر فن استاد بھی تھے۔ اردو، فارسی تراکیب کی اصلاح اور ضروری تنبیہات پر مشتمل آپ کی کتاب ''ازاحۃ الاغلاط'' آپ کی ادبی، فنی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے ہم عصر ادباء نے آپ کی صلاحیتوں کو داد تحسین دی ہے۔ اردو شاعری کے مشہور استاد داغ اور امیر مینائی آپ کے قریبی دوست اور مداح تھے۔ استاد داغ نے جب علامہ نیموی سے ان کا شعر:

ستم و جور کی فریاد سے ہم درگزر رہے
ایسے گھبرائے ہوئے تم سر شتر کیوں ہو

سنا تو بے اختیار کہنے لگے: مولانا! آپ نے تو بے چین کر دیا۔

علامہ نیموی کی مشہور مثنوی ''مثنوی سوز و گداز'' کی تاریخ استاد داغ نے اس طرح رقم فرمائی:

مثنوی جس کا نام سوز وگداز — اس سے بہترین فسانہ شوق
حضرت شوق کی ہے یہ تصنیف — باعث رونق زمانہ شوق
تو بھی لکھ داغ مصرعہ تاریخ — سنو دل سے یہ سب ترانہ شوق

امیر مینائی لکھنوی نے علامہ نیموی کی مثنوی ''نغمہ راز'' پر لکھا:

امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی — فصاحت کی جاں آج یہ مثنوی ہے (۴)

اردو کے کئی نامور شعراء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔شاہان مغلیہ کی اولاد میں سے مشہور شاعر شاہزادہ مرزا محمد رئیس بخت المعروف شاہزادہ مرزا زبیر الدین زبیر مشہور صاحب دیوان آپ کے شاگرد ہیں۔ان کے علاوہ مولانا شفق عماد پوری، علی رضا ضیاء اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی آپ کے شاگردوں میں ہیں(۵)۔

مولانا ابوالکلام آزاد علامہ نیمویؒ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے اور وہ آپ کی کتابوں سے خوب استفادہ کرتے تھے۔مولانا آزاد نے اس تاثر کے بارے میں اپنی کتاب ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' میں یوں لکھا ہے:

''اس زمانے میں ایسا ہوا کہ شاعری کے متعلق کتابوں کی جستجو میں رسالہ ''اصلاح'' اور ''ازاحۃ الاغلاط'' لکھنو سے منگوایا۔ یہ دونوں رسالے مولوی احسن شوق نیموی کے تھے اور متعلقہ شعر گوئی اور مبحث متروکات و تصحیح الفاظ میں بہت مفید ہیں۔ان رسالوں سے ان کی دیگر تصنیفات کا علم ہوا اور پھر پٹنہ سے براہ راست انہیں لکھ کر تمام کتابیں منگوائیں، ان میں ''سرمہ تحقیق'' اور ''یادگار وطن'' بھی تھیں۔علی الخصوص یہ اثر ہوا کہ شعر گوئی کے ساتھ قواعد و اصول اور زبان کے مباحث پر مولانا شوق نیموی کو ایسا عبور ہے کہ ایک پوربی دیہاتی ہو کر جلال مرحوم جیسے صاحب دعوی کو شکست فاش دے دی۔نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے ان سے خط و کتابت کی اور اصلاح لینا شروع کر دیا''(۶)۔

تصانیف: علامہ نیمویؒ نے تمام شعبوں کی طرح تصانیف میں بھی اپنا نام پیدا کیا اور بیش بہا علمی و ادبی تصانیف چھوڑیں جو کہ تادم قیامت ان کی یادگار ہیں۔

رہتا قلم سے نام قیامت تلک ہے ذوق　　　اولاد سے تو یہی ہے دو پشت چار پشت

آپ کی تمام تصانیف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مذہبی تصانیف　(۲) ادبی تصانیف

مذہبی تصانیف: مذہبی کتابوں میں علامہ نیمویؒ کی بارہ (۱۲) کتابوں کا پتہ ملتا ہے، جس میں سے گیارہ کتابیں حنفی مسلک کی تائید میں اور ''آثار السنن'' کے علاوہ بقیہ دس کتب مناظرانہ اسلوب میں ہیں۔ صرف ایک (۱) کتاب ''وسیلۃ العقبی'' موت، مرض اور متعدی امراض سے متعلق ہے۔جس میں قرآن و احادیث کی روشنی میں مختلف ابواب کے تحت مرض و موت کے متعلقہ مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ انداز بیان عمدہ اور اثر انگیز ہے۔

(۲) تبیان التحقیق: صرف نو صفحات پر مشتمل یہ رسالہ علامہ نیمویؒ کی ان نادر تحقیقات پر مشتمل ہے، جن کی طرف بیشتر

محدثین کی نگاہ نہیں پہنچی اور جنہیں علمی دنیا میں علامہ نیمویؒ ہی کی تحقیق کہا جاسکتا ہے۔ گویا یہ رسالہ اب نایاب ہے لیکن اس کے اکثر مندرجات کو تھوڑے بہت تغیر و تبدل کے ساتھ آثار السنن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) **الدرة الغرة فی وضع الیدین علی الصدر وتحت السرة:** گیارہ صفحات کا مختصر رسالہ ہے جسے قومی پریس لکھنوء نے طبع کیا تھا۔ اس میں علامہ نیمویؒ نے شوافع کی موید آٹھ روایتوں کو ذکر کر کے ان پر کلام کیا ہے بعد میں احناف کی موید چھ روایتوں سے اس کی تردید کی ہے۔ اس کی زبان اردو اور انداز مناظرانہ ہے۔

(۴) **مقالہ کاملہ:** ۲۷ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ محمد علی اعظمی کی کتاب ''الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلۃ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حکیم محمد علی نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور امام ابوحنیفہ کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ علامہ نیمویؒ نے اس رسالہ میں ان اعتراضات کا شافی جواب دیا اور تصوف سے متعلق بہت ساری باتوں پر عالمانہ انداز میں گفتگو کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حق حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے۔

(۵) **جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار:** شہر اور بڑے قصبات میں جمعہ کے وجوب اور دیہات میں عدم وجوب کے سلسلہ میں مجتہدانہ شان اور محققانہ انداز میں بحث کر کے علامہ نیمویؒ نے نہایت قوی اور مستحکم دلائل سے احناف کے مسلک کو واضح اور مبرہن کیا ہے۔ رسالہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے اکثر مندرجات آثار السنن میں ''باب لاجمعۃ الا فی مصر'' کے تحت شامل ہے۔

(۶) **جلاء العین فی رفع الیدین:** اس رسالہ میں رفع یدین سے متعلق احادیث پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ روایت صحیحہ سے خلفاء اربعہ کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔ ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ قومی پریس لکھنوء سے طبع ہوا تھا۔

(۷) **حبل المتین:** آمین بالجہر وبالسر پر ایک مختصر مگر نہایت مفید اور معلوماتی رسالہ ہے جس میں احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور علماء کے اقوال وافعال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آمین آہستہ کہنا راجح مسلک ہے۔

(۸) **رد السکین:** حبل المتین پر مولانا محمد سعید بنارسی کے اعتراضات کے مجموعہ سکین کا رد ہے۔ اس میں علامہ نیمویؒ نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مولانا موصوف کے زیادہ تر اعتراضات کم فہمی اور لاعلمی پر مبنی ہیں۔ ۱۸ صفحات پر مشتمل نہایت وقیع رسالہ ہے۔ اسلوب مناظرانہ اور زبان اردو ہے۔

(۹) **اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید:** یہ کتاب ۱۰۰ صفحات پر مشتمل فقہ اسلامی کی مختصر مگر جامع تاریخ ہے۔ جس میں تقلید اور عدم تقلید کی بحثوں کے ساتھ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے حالات زندگی اور ان کی علمی عظمت وعبقریت کو تفصیل سے لکھا ہے۔ پہلی بار قومی پریس لکھنوء سے طبع ہوئی تھی۔ (باقی صفحہ نمبر ۶۱)